نابالغ بچوں کی شادی روکنے کا ایکٹ

جناب ڈاکٹر محمود الحسن عارف

پاکستان میں مروجہ قوانین میں سے جو قوانین خصوصی طور پر توجہ اور اصلاح طلب ہیں، ان میں ایک نابالغ بچوں کی شادی روکنے کا ایکٹ (مسلم عائلی قوانین دفعہ ۱۲، مجریہ ۱۹۹۱ء) بھی شامل ہے، جس کی رو سے نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کی شادیوں کی ممانعت کی گئی ہے اور شادی کیلیے مرد کی عمر کم از کم اٹھارہ سال اور لڑکی کی سولہ سال مقرر کی گئی ہے۔ خلاف ورزی کی صورت میں ان کے سرپرستوں کے لیے قید اور جرمانے کی سزا تجویز کی گئی ہے۔

یہ قانون صریحاً قرآن وسنہ اور اجماع امت کے منافی ہے جس کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ "شریعت اسلامیہ" میں "جواز" سے مراد وجوب نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ شریعت کی طرف سے اس اجازت سے یہ ضروری اور لازمی نہیں ہے کہ والدین لازماً اپنے بچوں کی کم عمری میں شادیاں کردیں؟ ہاں البتہ بعض خصوصی اور استثنائی حالات میں شریعت کی طرف سے عطا کردہ اس اجازت سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم ان شرعی نصوص پر روشنی ڈالنا مناسب سمجھتے ہیں، جن کی روشنی میں چھوٹی عمر میں والدین کو اپنے بچوں اور بچیوں کی شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ مختصراً ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ نکاح وطلاق کے احکام:

قرآن حکیم میں نکاح وطلاق کے احکام کسی جگہ صراحت اور تفصیل کے ساتھ اور کسی جگہ ایجاز و اجمال کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں، مثلاً سورۃ البقرۃ[1]، سورۃ النساء[2]، سورۃ الاحزاب[3] اور سورۃ الطلاق[4] میں۔ ان میں سے کسی جگہ بھی یہ مذکور نہیں ہے کہ نکاح وطلاق کے لیے زوجین کا بالغ ہونا شرط ہے اور اگر ایسا کرنا مسلمانوں کے لیے ضروری یا بہتر ہوتا تو اس کے متعلق قرآن کریم میں ضرور صراحت کی جاتی۔

۲۔ اسی طرح قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلثۃ اشھر واللائی لم یحضن۔

اور وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو چکی ہیں ان کی عدت تین مہینے ہے اور اسی طرح ان کی جنہیں ابھی حیض نہیں آیا۔

اس آیت میں ان لڑکیوں کی عدت بیان کی گئی ہے جن کو ابھی ایام آنے شروع نہیں ہوئے ظاہر ہے عدت کا سوال تو تب ہی پیدا ہوتا ہے، جبکہ پہلے نکاح اور طلاق ہو چکی ہو۔ اس سے معلوم ہوا قرآن حکیم کی نگاہ میں بلوغ سے قبل بھی نکاح جائز ہے اور وہ شریعت کی نگاہ میں معتبر بھی ہے۔ اسی بنا پر قریب قریب تمام مفسرین نے اس آیۃ کریمہ سے یہی مفہوم اخذ کیا ہے۔ چنانچہ امام ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری القرطبی (م ۶۷۱ھ/۱۲۷۳ء) اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن (مطبوعہ بیروت ۱۳۸۶/۱۹۶۶ء) میں فرماتے ہیں

قولہ تعالیٰ واللائی لم یحضن یعنی الصغیرہ فاذا رأت الدم فی زمن احتمالہ عند النساء انتقلت الی الدم لوجود الاصل۔ وھذا اجماع[5]

---

[1] دیکھیے البقرہ (۲/۲۲۰ - ۲۲۷ - ۲۳۲، ۲۳۵، ۲۳۷-)

[2] دیکھیے النساء (۴/۲-۶، ۱۹، ۲۵، ۳۴-۳۵، ۱۲۷، ۱۲۹)

[3] الاحزاب (۳۳ / ۴۹-۵۰)

[4] الطلاق (۶۵ / ۱-۷)

[5] الطلاق (۶۵/۱-۷)

قرآن حکیم کے ارشاد وَالّٰئِیْ سے چھوٹی لڑکیاں مراد ہیں جب انہیں ایام آنے شروع ہو جائیں تو پھر ان کی عدت تین ماہ کے بجائے تین "ایام" ہوں گے اور اسی پر اجماع ہے۔

اسی طرح ایک دوسرے مفسر قرآن حافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ / ۱۳۷۲ء) اپنی تفسیر : تفسیر ابن کثیر میں اس مسئلے پہ بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ولذا الصغار الّٰئی لم یبلغن سن الحیض ان عدتھن ثلاثة اشھر[1]۔

اور اسی طرح ان چھوٹی لڑکیوں کی عدت کہ جو سن "ایام" تک نہیں پہنچیں تین ماہ ہے

جبکہ علامہ محمود الآلوسی (م ۱۲۷۰ھ / ۱۸۵۳ء) اپنی تفسیر روح المعانی میں قطراز ہیں :

والمراد ۔ بالّٰئِیْ لم یحضن الصغار اللائی لم یبلغن سن الحیض[2]

ارشاد باری لم یحضن سے مراد وہ لڑکیاں ہیں جو ابھی سن ایام کو نہیں پہنچیں ۔

چونکہ یہ آیت اس مسئلے میں نص صریح کی حیثیت رکھتی ہے اسی لیے تمام قدیم و جدید مفسرین مثلاً الطبری، البیضاوی، البغوی وغیرہ نے بھی اس آیت کے تحت یہی حکم بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ چھوٹی لڑکیاں ہیں، جن کو ابھی ایام آنے شروع نہیں ہوئے اور یہ عدت کا سوال اس کے بعد پیدا ہوتا ہے جبکہ اس کے نکاح کا جواز ثابت ہو۔

عربی تفاسیر کی طرح اردو زبان کے بھی اکثر مفسرین نے یہی موقف اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر مولانا عبدالماجد دریابادی تفسیر ماجدی میں لکھتے ہیں :

"یہاں یہ بتا دیا کہ ان دونوں قسم کی بیویوں کی عدت طلاق کی عدت پورے تین مہینے ہے۔ ایک فقہی استنباط اس آیت سے یہ بھی ہوا کہ لڑکیوں کا نکاح قبل بلوغ یا کم سنی میں بھی جائز ہے[3]۔"

اسی طرح عہد حاضر کے نامور مفسر سید ابو الاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں فرماتے ہیں :

---

[1] تفسیر ابن کثیر، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ۱۹۷۳ء، ۴ / ۳۸۱

[2] تفسیر روح المعانی، ۲۸ / ۱۳۷ ۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان۔

[3] تفسیر ماجدی، مطبوعہ تاج کمپنی، لاہور، ص ۶۱۷

"حیض خواہ کم سنی کی وجہ سے نہ آیا ہو یا اس وجہ سے کہ بعض عورتوں کو دیر میں آنا شروع ہوتا ہے۔ . . . اسی جگہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ قرآن مجید کی تصریح کے مطابق عدت کا سوال اس عورت کے معاملہ میں پیدا ہوتا ہے جس سے شوہر خلوت کر چکا ہو، کیونکہ خلوت سے پہلے طلاق کی صورت میں سرے سے کوئی عدت ہے ہی نہیں (الاحزاب ۴۹) اس لیے ایسی لڑکیوں کی عدت بیان کرنا جنہیں حیض آنا شروع نہ ہوا ہو، صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس عمر میں نہ صرف لڑکی کا نکاح کر دینا جائز ہے، بلکہ شوہر کا اس کے ساتھ خلوت بھی جائز ہے۔ اب یہ بات ظاہر ہے کہ جس چیز کو قرآن نے جائز قرار دیا ہو اسے ممنوع قرار دینے کا کسی مسلمان کو حق نہیں پہنچتا[1]

۴۔ احادیث میں نکاح صغیر کے واقعات:

قرآن حکیم کی اس صراحت کے ساتھ ساتھ احادیث سے بھی اس مسئلے کی پوری طرح تائید و توثیق ہوتی ہے چند روایات حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تمام روایات اس بات پر متفق ہیں کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا آپ سے نکاح سات سال کی عمر میں قبل از بلوغ ہوا اور رخصتی آٹھ یا نو سال کی عمر میں بعد از بلوغ عمل میں آئی۔ امام بخاری (م ۲۵۶ھ ۸۶۸ء) نے بخاری شریف میں ایک مستقل باب اسی عنوان پر قائم فرمایا ہے۔

باب انكاح الرجل ولده الصغار لقوله تعالى واللّٰئِي لم يحضن فجعل عدتها ثلثة اشهر قبل البلوغ[2]

باب کہ مرد اپنی چھوٹی اولاد کی شادی بحالت بچپن کر سکتا ہے جیسا کہ ارشاد باری "واللّٰئی لم یحضن" سے ظاہر ہے جہاں قبل از بلوغ لڑکیوں کی عدت (بصورت طلاق) تین ماہ بیان کی گئی ہے۔

اور اس باب میں امام بخاری نے حضرت عائشہؓ سے درج ذیل روایت نقل کی ہے:

---

[1] تفہیم القرآن (مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء ص ۵۷۰

[2] البخاری، مطبوعہ لائیڈن (ہالینڈ)، ۳/ ۳۲۹ ۔ (کتاب النکاح)

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجها وھی بنت ست سنین وادخلت علیہ وھی بنت تسع[1]

کہ حضور سے ان کا نکاح ۶ سال کی عمر میں ہوا اور رخصتی ۹ سال کی عمر میں عمل میں آئی۔

اسی طرح امام مسلم النیشاپوریؒ (۲۰۶ - ۲۶۱ھ / ۸۲۰ - ۸۷۴ء) مسلم شریف میں باب:

تزویج الاب البکر الصغیرة۔

باپ اپنی چھوٹی کنواری اولاد کا نکاح کر سکتا ہے۔

میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کی روایت نقل فرماتے ہیں:

تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لست سنین وبنی بی وانا بنت تسع سنین[2]

حضور سے میرا نکاح ۶ سال کی عمر میں اور رخصتی ۹ سال کی عمر میں عمل میں آئی۔

اسی مضمون کی روایتیں ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور سنن نسائی میں بھی ملتی ہیں۔

۲۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ کے صاحبزادے حضرت سلمہ کا نکاح خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صغیر سنی میں سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی چھوٹی لڑکی سے کر دیا تھا الفاظ حدیث یہ ہیں:

فزوجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنت حمزة وھما صبیان فلم یجتمعا حتی ماتا[3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمہ کا نکاح حضرت حمزہ کی بیٹی سے اس وقت کر دیا تھا جبکہ دو دونوں ابھی بچے تھے پھر دونوں جمع نہیں ہو سکے تا آنکہ ان کا بچپن میں انتقال ہو گیا۔

۳۔ حضرت قدامہ بن مظعون نے اپنا نکاح حضرت زبیر کی لڑکی سے اس کی پیدائش کے دن کر لیا تھا اور کہا تھا کہ اگر میں مر جاؤں تو یہ میری وارث ہو گی[4]

---

[1] البخاری، مطبوعہ لائیڈن۔ (ہالینڈ) ۲ / ۴۶۹۔ (کتاب النکاح۔

[2] مسلم ۲۱ / ۱۰۳۸، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۵ء

[3] احکام القرآن ۲ / ۶۲

[4] جسٹس تنزیل الرحمان، مجموعۂ قوانین اسلام ص ۱ / ۲۱۵۔

۴ ۔ حضرت عمر نے اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح عروہ بن زبیر سے کیا[1]

۵ ۔ حضرت عروہ بن زبیر نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بھانجے سے کیا جبکہ وہ دونوں نابالغ تھے[2]

۶ ۔ ایک عورت نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے نکاح کیا اور اپنی نابالغ بیٹی کا نکاح (جو پہلے شوہر سے تھی مسیب بن نخبہ سے کر دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو جائز قرار دیا[3]

۷ ۔ امام ابوبکر الجصاص رازی (م ۳۷۰ھ/۹۸۰) اپنی کتاب احکام القرآن میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت حسنؒ حضرت طاؤسؒ، حضرت عطاء اور دوسرے حضرات کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ کم عمر بچوں کا نکاح جائز ہے[4]

اسی بنا پر آج تک اس بات پر پوری امت کا اجماع ہے کہ کمسنی کی شادی جائز ہے، چنانچہ علامہ ابوبکر جصاص رازی ایک مقام پر لکھتے ہیں :

وفی هذه الاية دلالة ايضاً على ان للاب تزويج ابنته الصغيرة من حيث دلت على جواز تزويج سائر الاولياء اذ كان هو اقرب الاولياء ولا نعلم فى جواز ذالك خلافاً بين السلف والخلف من فقهاء الامصار[5]

اور اس مذکورہ آیت میں اس بات پر دلالت ہے کہ باپ اپنی نابالغ اولاد کا عقد کر سکتا ہے کیونکہ اس میں تمام اولیاء کو تزویج کا حق دیا گیا ہے اور باپ سب سے قریب ولی ہے۔ اور اس مسئلے میں کسی جانب سے بھی کوئی اختلاف مروی نہیں۔ علماء سلف و خلف کا اس پر اجماع ہے۔

---

[1] جسٹس تنزیل الرحمان، مجموعۂ قوانین اسلام ص ۱/۲۱۵

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] احکام القرآن، مطبوعہ ۱۳۳۵ھ/، ص ۲/۵۱ ۔

[5] احکام القرآن، ۲/۵۴

گویا اس مسئلے پر بیشک قومی اجماع تو نہیں ہے مگر سکوتی (خاموش) اجماع امت موجود ہے، اس لیے کہ کسی بھی مجتہد اور امام نے اس کی مخالفت نہیں کی پھر جب کوئی مسئلہ قرآن و حدیث میں بالصراحت مذکور ہو، اس پر انکار جرأت کون کر سکتا ہے۔

اسی بنا پر امت کے تمام علماء اور فقہاء نے اس کی اجازت و اباحت کا قول کیا ہے، علامہ المرغینانی صاحب ہدایہ اپنی کتاب ہدایہ اولین میں لکھتے ہیں:

ویجوز نکاح الصغیرۃ الصغیر واز زوجھا الولی بکراً کانت الصغیرۃ او ثیبا[1]

اور چھوٹے لڑکے یا لڑکی کا نکاح خواہ وہ کنوارے کا ہو یا رنڈوے کا جائز ہے، بشرطیکہ ولی اس کا انعقاد کرے۔

فقہ حنفی کے ایک مستند فقیہ امام السرخسی نے بھی اپنی کتاب شرح المبسوط میں ایک مستقل باب بعنوان "نکاح الصغیر و الصغیرۃ" باندھا ہے اور اس کے تحت اس کے جواز پر بحث کرتے ہوئے اسے جائز اور صحیح قرار دیا ہے[2]

فقہ حنفی کی ایک اور معتبر کتاب الدر المختار شرح تنویر الابصار میں لکھا ہے:

وللولی انکاح الصغیر و الصغیرۃ ولو ثیبا[3]

ولی اپنی نابالغ اولاد کا خواہ وہ ثیب ہی ہو نکاح کر سکتا ہے۔

بعینہٖ یہی بیان علامہ ابن نجیم نے البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

وکل ھؤلاء (اولیاء) لھم ولایۃ الاجبار علی البنت والذکر فی حال صغرھما وحال کبرھما اذا جنا[4]

---

[1] ہدایہ اولین، ص ۲۹۵

[2] شرح المبسوط، ۴/ ۲۱۲۔

[3] الدر المختار، مطبوعہ قاہرہ، بار دوم، ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء، ۳/ ۶۵۔

[4] البحر الرائق، شرح کنز الدقائق، ص ۳/ ۱۱۱ - ۱۲۰۔

اور یہ اولیار یہ حق رکھتے ہیں کہ اپنی نابالغ یا غیر عاقل (مجنون) اولاد کا ان کے بچپن یا ان کی حالت جنون میں نکاح جبراً کر سکتے ہیں۔

فقہ حنفی کی معتبر اور مستند کتاب فتاویٰ عالمگیریہ میں ان اولیار کی فہرست دی گئی ہے جن کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی نابالغ اولاد کا نکاح کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں فقہار اور مختلف فتاویٰ کی عبارتیں بالتفصیل نقل کی گئی ہیں[1]

علیٰ ہذا القیاس نامور فقیہ علامہ عبدالرحمان الجزیری صاحب الفقہ علی المذاہب الاربعہ نے اس پر تمام فقہار کا اتفاق نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"نابالغ لڑکے یا لڑکی کا جبراً نکاح کر دینے کے لیے صرف ولی مجبر (باپ، دادا) ہی خاص ہے۔ نیز مرد یا عورت اگر پاگل ہیں تو ان کا نکاح بھی (ان کی رضا کے بغیر ہی) کر سکتا ہے[2]

۴۔ دیگر فقہی مسالک کا مسلک:

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اس مسئلے پر قریب قریب تمام فقہی مسالک کا اتفاق و اجماع ہے کہ نابالغ بچوں کا نکاح کم عمری میں درست ہے البتہ اولیار کی تفصیل میں اختلاف ہے۔ امام مالک اور امام احمد بن حنبل فقط باپ کو اور امام شافعیؒ باپ اور دادے کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ اپنی نابالغ اولاد کا ان کی رضا کے بغیر بھی عقد کر سکتے ہیں[3]

چنانچہ معجم الفقہ الحنبلی میں فقہ حنبلی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

ویجوز للاب ان یزوج ابنتہ البکر الصغیرۃ من کفو مع کراھتھا وامتناعھا ولیس لغیر الاب اجبار کبیرۃ ولا صغیرہ ولو کان جدا[4]

---

[1] فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ ماجدیہ کوئٹہ (پاکستان ۱۳۹۸ھ) ۱/۲۸۳-۲۸۴۔

[2] الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ، مطبوعہ علمار اکیڈمی محکمہ اوقاف لاہور، ۱۴۰۱ھ ۱۹۸۱ء ترجمہ از منظور احسن عباسی، ۴/۵۷

[3] ہدایہ، ۱/۲۹۶، الجزیری، ۴/۵۷-۶۲۔

[4] معجم الفقہ الحنبلی، مطبوعہ وزارت اوقاف کویت ۲/۹۸۷۔

اور باپ اپنی نابالغ کنواری اولاد کی اپنے کفو میں شادی کر سکتا ہے۔ باوجود لڑکی کی کراہت نا پسندیدگی کے لیکن باپ کے علاوہ کسی اور کو خواہ وہ دادا ہی ہو یہ حق نہیں پہنچتا۔
نامور مصری فقیہ الجزیری نے بھی فقہ حنبلی فقہ مالکی اور فقہ شافعی کی تفصیلات فراہم کی ہیں اور بیان کیا ہے کہ ان سب سے اس کا جواز ثابت ہوتا ہے[1]
اس تفصیل سے حسب ذیل نکات ثابت ہوتے ہیں:
۱۔ نکاح صغیر و صغیرہ (: نابالغان) کا جواز قرآن حکیم سے ثابت ہے۔
۲۔ اس پر خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اکثر صحابہ کرام کا تعامل موجود ہے، جس سے اس کا جواز ناقابل انکار طور پر ثابت ہوتا ہے۔
۳۔ تابعین اور چاروں فقہی مسالک اور تمام محدثین کا اس پر اتفاق و اجماع ہے۔
۴۔ اس پر تاریخ کے ہر دور میں عمل ہوتا رہا ہے۔
۵۔ جو مسئلہ قرآن حدیث اور اجماع و تعامل امت سے ثابت ہوا سے ممنوع قرار دینے کا کسی بھی حکومت کو حق حاصل نہیں، اسی بنا پر جسٹس تنزیل الرحمان (سابق چیئرمین نظریاتی کونسل و چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت آف پاکستان) نے بجا طور پر مجموعۂ قوانین اسلام پر لکھا ہے:

"پاکستان میں نافذ الوقت قانون کے تحت نابالغوں کی شادی کرنا ممنوع اور قابل سزا جرم ہے۔ نابالغوں کی شادی کا مطلقاً ممنوع قرار دینا مصالح شرعیہ کے خلاف ہے۔ اس ضمن میں ضروری ہے کہ نافذ الوقت قانون میں مناسب ترمیم کی جائے اور نابالغوں کی شادیوں کی اجازت دی جائے۔ . . . . . مختلف اسلامی ممالک کے رائج الوقت قوانین میں بھی اس قسم کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ مصر میں نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کا ولی کر سکتا ہے[2]"

۶۔ قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت شدہ کسی حکم کی تنسیخ یا ترمیم کرنا براہ راست دین

---

[1] الجزیری، ۴ / ۵۷ - ۶۲
[2] مجموعہ قوانین اسلام، ۱ / ۲۱۸

میں مداخلت ہے، جو کسی اسلامی مملکت میں رائج الوقت قانون کے شایانِ شان نہیں ہو سکتی۔
، کمسنی کی مذکورہ شادیوں کا حکم نہیں دیا گیا اور نہ ہی اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ البتہ اس مسئلے کو عوام الناس کی صوابدید اور ان کے طبعی و خاندانی حالات پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ اگر چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں لیکن آرڈیننس کے الفاظ نے لوگوں کو پابند کر دیا ہے کہ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے جو صریحاً اسلامی احکام سے متصادم ہے۔

۵۔ اس اسلامی حکم کی حکمتیں:

سطور بالا میں جسٹس تنزیل الرحمان صاحب کے حوالے سے مذکورہ عبارت میں مصالح شرعیہ کا ذکر آیا تھا، چنانچہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام میں جو کمسنی کی شادیوں کو جائز قرار دیا گیا ہے اس کی اپنی حکمت و مصلحت ہے۔ اس پر بحث کرتے ہوئے ملک کے ایک مقتدر عالم دین مولانا محمد تقی عثمانی (سابق جج وفاقی شرعی عدالت آف پاکستان) نے حسب ذیل مصالح بیان کی ہیں:

۱۔ ایک شخص ہے جو دیکھ رہا ہے کہ اس کا لڑکا یا لڑکی اخلاقی اعتبار سے بری طرح بگڑتے جا رہے ہیں اور اگر جلد ہی ان کی شادی نہ کر دی گئی تو ان کو سنبھالنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس وقت اس کے سامنے ایک مناسب رشتہ بھی موجود ہے، ان حالات میں اس کی مصلحتوں کا تقاضا یہ ہے کہ وہ جلد از جلد اپنی اولاد کی شادی کر دے۔ لیکن وہ قانون کی وجہ سے مجبور ہے کہ جب تک لڑکا اٹھارہ سال کا نہ ہو جائے اس وقت تک وہ اس کی شادی نہیں کر سکتا۔

۲۔ ایک شخص کسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہے اور اسے زیادہ عرصے جینے کی امید نہیں۔ اس کی ایک پندرہ سالہ لڑکی ہے۔ اس کا یا تو کوئی وارث نہیں۔ یا ہے تو اس سے کسی بہتر سلوک کی توقع نہیں۔ ان حالات میں وہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا ہاتھ کسی شریف آدمی کے ہاتھ میں دے کر سکون کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو لیکن وہ آپ کے قانون کی بنا پر مجبور ہے کہ اس لڑکی کو دنیا میں لاوارث اور بےکس چھوڑ کر جائے اور وہ لڑکی اپنے باپ کے مرنے کے بعد در در کی ٹھوکریں کھاتی پھرے اور خود غرض لوگوں کی حرص و ہوس کا شکار ہو۔

۳۔ ایک بیوہ عورت ہے جس کا کوئی والی وارث نہیں اس کی ایک بالغ یا نابالغ لڑکی ہے۔ اب اس کے لیے خود اپنا پیٹ پالنا اور اپنی عزت و عصمت کی حفاظت کرنا ہی ایک مستقل مسئلہ ہے چہ جائیکہ وہ اپنے ساتھ ایک اور لڑکی کا بار برداشت کرے۔ اس کے لیے اس لڑکی کو اپنے پاس رکھنا معاشی مشکلات

کا بھی موجب ہے اور اسے یہ خطرہ بھی ہے کہ اس نے اس کی شادی جلدی نہ کر دی تو ممکن ہے وہ کسی غنڈہ کے ہتھے چڑھ جائے اب آپ ہی بتائیے کہ اس کے پاس اس کے سوا اور کونسا راستہ ہے کہ وہ اپنی لڑکی کا کسی بھلے مانس سے نکاح کر کے اس کے سپرد کر دے۔ لیکن وہ ایسا اس لیے نہیں کر سکتی کہ آپ کے قانون میں ابھی وہ نکاح کے قابل نہیں۔

۴۔ ایک دیہاتی کاشتکار ہے اس کی ایک جوان لڑکی ہے وہ رات دن دیکھتا ہے کہ اس کا مالک اور اس کے کارندے اپنی شرارت طبع کی وجہ سے لڑکیوں کو اپنی حرص و ہوس کا شکار بناتے ہیں۔ اسے خطرہ ہے کہ اگر میں زیادہ دنوں تک اس لڑکی کو اپنے پاس رکھوں گا تو اس کی حفاظت نہ کر سکوں گا۔ اس لیے وہ مجبور ہے کہ اس کی شادی جلدی کہیں کرا دے۔ لیکن دوسری طرف جب وہ آپ کے قانون کو دیکھتا ہے تو ہاتھ مل کے رہ جاتا ہے اور بے بسی کے آنسو بہانے کے سوا وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

دیہات میں کمسنی کی شادیوں کا سب سے بڑا سبب یہی تھا اور کاشتکار لوگ اسی طریقہ سے اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرتے تھے۔ ورنہ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ مزارعین کی ناموس ہمیشہ زمیندار کی انسان دشمنی سے خطرے میں رہتی ہے۔ اب اس قانون کے بعد وہ اپنے آپ کو قطعی بے بس پائیں گے۔

۵۔ ان مشکلات کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہماری قوم کے اخلاقی زوال کی رفتار تیز سے تیز ہوتی جائے گی اور کمسنی کے جرائم میں ایسا اضافہ ہوگا جو ملک اور قوم کے لیے انتہائی مہلک ثابت ہوگا۔ زنا اور اغوا کے واقعات بڑھ جائیں گے اور ہر شخص یہ دیکھ لے کہ نکاح پہ پابندی لگانے سے زنا کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے۔ اس کے متوقع نتائج بڑے عبرت ناک ہوں گے[1]

اسی طرح جسٹس تنزیل الرحمان نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے:

"نکاح کی جملہ مصلحتوں میں سے ایک مصلحت مرد و عورت میں موافقت ہے اور یہ مقصد کوئی شئ اس قدر پورا نہیں کرتی جتنا ہم سر خاندان سے نکاح۔ اور کفو ہر وقت دستیاب نہیں ہوتا اگر ولی بالغ ہونے کا انتظار کرے تو کفو کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہے کہ وقت پر اس جیسا نہ ملے اس لیے نکاح کی حاجت نابلغیت میں بھی پیدا

---

[1] ہمارے عائلی مسائل، ص ۲۱۱ - ۲۱۵

ہو سکتی ہے اور جب حاجت پیدا ہوتی ہے تو ولایت قائم ہو جاتی ہے۔ مگر قانون کا نفاذ۔ ردِ عملی کا موجب بنا۔

مملکت خدا داد پاکستان میں اس قانون نے ملک کے عوام کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے، ایک طرف ان کے مذہب (اسلام) کی لازوال تعلیمات ہیں، جن سے جوازِ نکاح نابالغان کا ثبوت ملتا ہے اور دوسری طرف رائج الوقت ملکی قانون ہے کہ جس کی بنا پر ایسی تمام شادیاں منسوخ اور کالعدم سمجھی جاتی اور ایسی شادیاں نہ تو رجسٹرڈ ہوتی ہیں اور نہ ہی حکومت کے اداروں کو ان کی خبر ہوتی ہے، اس چیز نے ملک کے عوام میں ردِ عملی پیدا کر دی ہے چنانچہ درخواست گذار کے ذاتی مشاہدے میں ہے کہ دیہات کے عوام نے اس قانون کو اب تک قبول نہیں کیا اور یہ کہ اب بھی اس ملک کی آبادی کی اکثریت میں یہ طریقہ نکاح رائج ہے۔ اس لیے مطالبہ ہے کہ اس رائج الوقت قانون کو منسوخ کیا جائے۔[1]

مفاسد اور اس کا انسداد :

اس کے جواز کے خلاف اگر کچھ کیا جا سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ بسا اوقات اس جواز سے کچھ لوگ ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس میں ان کی بدنیتی شامل ہوتی ہے۔ اس قسم کی صورت حال کے تدارک پر بحث کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں :

> اس دفعہ کا منشا ان خرابیوں کا انسداد ہے جو نکاح صغر سنی میں عام طور پر مرتب ہوتی ہیں اور اس میں شبہ نہیں کہ بہت سی برادریوں میں جو صغر سنی کی حالت میں نکاح کا رواج ہے، اس سے بہت سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں بہت سی لڑکیوں کی پوری زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ ہر برائی کو صرف قانون اور سزا کے ذریعے روکنے کا اصول صحیح نہیں اور تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ برائی کو روکنے کے لیے کافی بھی نہیں۔

۱۔ بہت سی برائیاں جو انسانی معاشرے میں پیدا ہوتی ہیں ان کا صحیح علاج بجز ذہنی اصلاح اور اخلاقی تربیت کے اور کچھ نہیں ہوتا، اس معاملے میں بھی اگر نشر و اشاعت کے تمام وسائل سے عوام کو ان مفاسد سے آگاہ کیا جائے اور جن برادریوں میں ان کا رواج ہے ان کو اجتماعی طور پر سمجھایا جائے تو کچھ بعید نہیں کہ وہ

---

[1] مجموعہ قوانین اسلام، ۱/ ۲۱۶

اس غلطی سے باز آجائیں لیکن قانونی طور پر اس کی قابل سزا جرم قرار دینے میں قانون شریعت سے تصادم ہو جاتا ہے اس سے اجتناب کیا جائے۔

۲۔ شریعت اسلام نے انہی مفاسد کی اصلاح کے لیے یہ قانون پہلے سے بنایا ہوا ہے کہ اگر نابالغ لڑکے یا لڑکی کے اولیا صغر سنی میں ان کا نکاح کر دیں تو جب یہ لڑکا یا لڑکی بالغ ہوتے ہیں تو فوراً اس نکاح کے فسخ کا اعلان کر کے اسلامی عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرا سکتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ یہ نکاح نابالغ کے باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے کیا ہو اور باپ دادا کے نکاح میں بھی اگر ان کی بدنیتی یا خود غرضی کا ثبوت ہو جائے تو ان کے کیے ہوئے نکاح کو بھی فسخ کیا جا سکتا ہے (شامی)[1]

---

[1] جواہر الفقہ مطبوعہ دارالعلوم کراچی۔ ۲ : ۵۹ تا ۶۰